ربوہ میں پہلے جلسہ سالانہ کے موقع پر افتتاحی تقریر

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ربوہ میں پہلے جلسہ سالانہ کے موقع پر افتتاحی تقریر

(فرمودہ ۱۵؍اپریل ۱۹۴۹ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت (جس میں اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کا خصوصیت کے ساتھ تین بار تکرار فرمایا۔اس کے) بعد فرمایا:۔

''یہ جلسہ تقریروں کا جلسہ نہیں یہ جلسہ اپنے اندر ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے ایسی تاریخی حیثیت جو مہینوں یا سالوں یا صدیوں تک نہیں جائے گی بلکہ بنی نوع انسان کی اِس دنیا پر جو زندگی ہے اِس کے خاتمہ تک جائے گی۔ اِس میں شامل ہونے والے لوگ ایک جلسہ میں شامل نہیں ہو رہے بلکہ روحانی لحاظ سے وہ ایک نئی دنیا، ایک نئی زمین اور ایک نئے آسمان کے بنانے میں شامل ہو رہے ہیں۔ پس اِس جلسہ کو تقریروں کا جلسہ مت سمجھو۔ تقریریں ہوں یا نہ ہوں، مختلف مضامین پر لیکچر سننے کا موقع ملے یا نہ ملے اِس کا کوئی سوال نہیں جو اصل مقصد ہے وہ ہمارے سامنے رہنا چاہیے اور جو اصل مقصد ہے اُس کو ہمیں ہر چیز پر اہمیت دینی چاہیے۔

میں اب قرآن کریم کی کچھ آیتیں پڑھوں گا اور آہستہ آہستہ کئی دفعہ دُہراؤں گا۔ پڑھتے ہوئے اور اَن پڑھ جس قدر دوست یہاں موجود ہیں وہ بھی میرا ساتھ دے سکتے ہیں اور انہیں ساتھ دینا چاہیے۔ یعنی جب میں وہ آیتیں پڑھوں تو جماعت کے دوست کیا مرد اور کیا عورتیں ساتھ ساتھ اِن آیتوں کو دُہراتے چلے جائیں۔

(اِس موقع پر حضور نے ہدایت فرمائی کہ کوئی کارکن جا کر عورتوں کی جلسہ گاہ سے پوچھ لے کہ اُن کو آواز آ رہی ہے یا نہیں تا کہ وہ محروم نہ رہ جائیں۔ پھر فرمایا)

عورتوں میں سے جو عورتیں ایسی ہیں کہ اُن پر اِن ایام میں ایسی حالت ہے کہ وہ بلند آواز

سے قرآن کریم نہیں پڑھ سکتیں اُن کو چاہیے کہ وہ دل میں اِن آیتوں کو دُہراتی چلی جائیں اور جن عورتوں کے لئے اِن ایام میں قرآن کریم پڑھنا جائز ہے وہ زبان سے بھی اِن آیتوں کو دُہرائیں۔ بہرحال جن عورتوں کے لئے ان ایام میں زبان سے پڑھنا جائز نہیں وہ زبان سے پڑھنے کی بجائے صرف دل میں اِن آیتوں کو دُہراتی رہیں کیونکہ شریعت نے اپنے حکم کے مطابق جہاں مخصوص ایام میں تلاوتِ قرآن کریم سے عورتوں کو روکا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ وہ دل میں بھی ایسے خیالات نہ لائیں یا دل میں بھی نہ دُہرائیں بلکہ صرف اتنا حکم ہے کہ زبان سے نہ دُہرائیں بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک صرف قرآن کریم کو ہاتھ لگانا منع ہے مگر احتیاط یہی ہے کہ کثرت سے جس بات پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے اُسی پر عمل کیا جائے۔ پس بجائے زبان سے دُہرانے کے وہ دل میں ان آیتوں کو دُہراتی چلی جائیں۔

میں نے بتایا ہے کہ میں کئی دفعہ آیات کو پڑھوں گا ممکن ہے میں پہلی دفعہ جلدی پڑھوں تا کہ ان کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آ سکے۔ اگر لفظوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو اور انسان مضمون سے پہلے واقف نہ ہو تو آہستگی سے پڑھنے کے نتیجہ میں مضمون بجائے اچھا سمجھ آنے کے کم سمجھ آتا ہے مگر جو شخص اس کے ترجمہ سے واقف ہوتا اور مضمون سے آگاہ ہوتا ہے اُس کا دلی جوش اور جذبہ بعض دفعہ اُسے جلدی پڑھنے پر مجبور کرتا ہے اِس لئے پہلی دفعہ کی تلاوت میں اپنے لئے مخصوص کروں گا۔ یعنی میں اِس طرح پڑھوں گا جس طرح میرا اپنا دل چاہتا ہے۔ اِس کے بعد جب میں تلاوت کروں گا تو اِس امر کو مدنظر رکھوں گا کہ پڑھا ہوا اور اَن پڑھ، عالم اور جاہل، بڑی عمر کا اور چھوٹی عمر کا ہر شخص لفظاً لفظاً اگر وہ چاہے اور اگر اُس کے دل میں ارادہ اور ہمت ہو تو میرے پیچھے پیچھے چل سکے اور ہر لفظ کو دُہرا سکے۔

(ان تمہیدی الفاظ کے بعد حضور نے نہایت رقت آمیز رنگ میں قرآن کریم کی وہ دعائیں بلند آواز سے پڑھنا شروع کیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو وادیٔ مکہ میں چھوڑتے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور کی تھیں۔ جماعت کے تمام دوست کیا مرد اور کیا عورتیں سب کے سب حضور کے ساتھ ساتھ ان دعاؤں کو دُہراتے چلے گئے۔ یہ دعائیں جس طرح بار بار حضور نے پڑھیں اُسی طرح ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

حضور نے ابراہیمی دعاؤں کو منتخب کرتے ہوئے اِس موقع پر نہایت درد کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:۔)

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ

رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ

وَ مَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ

(اِس کے بعد دوبارہ حضور نے انہی دعاؤں کو اِس رنگ میں دُہرایا)

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ

بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ

رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ
فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ
فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ
فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ
وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ

(اِس کے بعد حضور نے فرمایا:)

آج سے قریباً ۴۵ سَو سال پہلے اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کو حکم ہوا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو خدا تعالیٰ کی راہ میں ذبح کر ڈالے۔ یہ رؤیا اپنے اندر دو حکمتیں رکھتی تھی۔ ایک حکمت تو یہ تھی کہ اُس وقت سے پہلے انسانی قربانی کو جائز سمجھا جاتا تھا اور خصوصیت کے ساتھ لوگ اپنی اولاد کو خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے یا اپنے بتوں کو خوش کرنے کے لئے قربان کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت نے فیصلہ کیا کہ اب بنی نوع انسان کو اِس مہیب اور بھیانک فعل سے باز رکھنا چاہیے کیونکہ انسانی دماغ اب اتنی ترقی کر چکا ہے کہ وہ حقیقت اور مجاز میں فرق کرنے کا اہل ہو گیا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کو جس کا نام ابراہیم تھا یہ رؤیا دکھائی۔ اِس رؤیا میں جیسا کہ میں نے بتایا ہے ایک حکمت یہ تھی کہ آئندہ انسانی قربانی کو روک دیا جائے اور دوسری حکمت یہ تھی کہ خدا تعالیٰ انسان سے حقیقی قربانی کا مطالبہ کرنا چاہتا تھا جو مطالبہ اس سے پہلے انسان سے نہیں ہوا تھا۔ بہرحال جب سے انسان اِس قابل ہوا کہ اس پر الہام نازل ہو کسی نہ کسی صورت میں لوگ خدا تعالیٰ کی عبادت کیا ہی کرتے تھے لیکن ابھی ایسا زمانہ انسان پر نہیں آیا تھا کہ کچھ لوگ اپنی زندگیوں کو کُلّی طور پر خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر دیں۔ نماز تو لوگ پڑھتے تھے، روزہ بھی رکھتے تھے، ذکرِ الٰہی بھی لوگ کرتے تھے کیونکہ ان چیزوں کے بغیر روحانیت زندہ نہیں رہ سکتی۔ اگر آدمؑ ایک روحانی انسان تھا تو نوحؑ اور آدمؑ اور اُن کے متبع یقیناً نماز بھی پڑھتے تھے، ذکرِ الٰہی بھی کرتے تھے اور روزہ بھی رکھتے تھے کیونکہ روح بغیر ان چیزوں کے جلا نہیں پاتی اور روح کے جِلا پائے بغیر خدا تعالیٰ کا قرب اور اُس کا وصال حاصل نہیں ہوسکتا۔ مگر

اِس قربانی اور اُن قربانیوں میں کیا فرق تھا؟ فرق یہ تھا کہ ہر شخص اپنے اپنے طور پر نمازیں ادا کرتا تھا اور کوئی ایسا شخص بھی ہوتا تھا جس کو خدا تعالیٰ چن لیتا تھا اور اسے مقرر کرتا تھا کہ تم اپنی زندگی میں میری طرف سے مأمور کی حیثیت رکھتے ہو۔ تم بنی نوع انسان کو مخاطب کرو اور اُنہیں میری طرف لانے کی کوشش کرو۔ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام ہوتے تھے مگر ان کے علاوہ کوئی ایسے گروہ نہیں ہوتے تھے جو اپنی زندگیوں کو کسی مخصوص مقام سے وابستہ کر دیں اور دن اور رات ذکرِ الٰہی کے شغل کو جاری رکھیں۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جہاں وہ اِس غیر حقیقی قربانی کو منسوخ کر دے جو چھری کے ذریعہ سے بیٹوں کو قتل کر کے ادا کی جاتی تھی وہاں وہ اِس حقیقی قربانی کی بنیاد ڈال دے کہ دنیا کو چھوڑ کر انسان اپنی زندگی محض خدا تعالیٰ کے لئے وقف کر دیا کرے۔ چھری انسانی زندگی کو ایک منٹ میں ختم کر دیتی ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ جنہوں نے اپنی زندگی خدا تعالیٰ کے لئے دی اور چھریوں اور نیزوں سے اپنے آپ کو قربان کروا دیا اگر وہ ایک سال اَور زندہ رہتے تو مرتد ہو جاتے، ایک سال اَور زندہ رہتے تو اُن کے ایمان کمزور ہو جاتے، ایک سال اَور زندہ رہتے تو اُن کے اندر عبادت کے لئے وہ جوش وخروش باقی نہ رہتا جو اُس وقت اُنہوں نے دکھایا تھا۔

پس چھری کے ساتھ اُنہوں نے مشتبہ انجام کو چھپایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنی مرضی سے اپنی زندگی قربان کرتا ہے یا جو شخص اپنی مرضی سے اپنی اولاد کو قربان کرتا ہے وہ اِس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہ ڈرتا ہے کہ وہ اور اُس کی اولاد لمبے امتحانوں میں سے گذرتے ہوئے ناکام نہ رہ جائے اور وہ اپنی ناکامیوں کو چھپانے کے لئے ہی اپنی زندگی یا اپنی اولاد کی زندگی ختم کر دیتا ہے۔ مگر جو شخص ساری عمر قربان ہوتا رہتا ہے، موت کے ذریعہ نہیں بلکہ ترکِ منہیات سے، ذکرِ الٰہی کی پابندی اختیار کرنے سے، تبلیغ اسلام کو اختیار کرنے سے، بنی نوع انسان کی تربیت کی ذمہ داری لینے سے، وہ دلیرانہ اِس سمندر میں کودتا ہے۔ وہ اپنا خاتمہ موت سے نہیں کرتا بلکہ وہ اپنا ایمان اپنی زندگی سے ثابت کر دیتا ہے۔ مرنے والے کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ایماندار رہتا مگر جس نے زندہ رہ کر اپنے ایمان کو ثابت کر دیا اور جس نے مدت تک اپنے ایمان کو سلامت لے جا کر عملی طور پر اس کے سچا ہونے کا ثبوت دے دیا،

اُس کے متعلق دشمن کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اُس نے اپنے عہد کو سچا ثابت کر دیا میں نے کہا کہ جو شخص اپنی مرضی سے اپنی زندگی کو ختم کرتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ میں نے اُن لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا ہے جو اپنی مرضی سے اپنی زندگی ختم نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ کی مشیت سے اُن کی زندگی ختم ہو جاتی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو شہداء کہتے ہیں۔

پس جو دلیل میں نے تلوار یا نیزہ سے اپنے آپ کو ختم کرنے والوں کے خلاف دی ہے وہ شہداء کے خلاف نہیں پڑتی اِس لئے کہ شہداء نے خود اپنے آپ کو مار کر زندگی کی جدوجہد سے آزاد ہونے کی کوشش نہیں کی بلکہ خدا تعالیٰ کی مشیّت نے اُن کے زندہ رہنے کی خواہش کے باوجود یہ چاہا کہ اُن کی مادی زندگی کے دَور کو ختم کر دے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اِن دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

پس جو دلیل میں نے اپنی زندگی ختم کرنے والوں کے خلاف دی ہے وہ شہداء کے خلاف نہیں پڑتی اس لئے کہ وہ خود نہیں مرتے بلکہ اُن کو دشمن مارتا ہے ورنہ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ دشمن کو مار کر اپنے ایمانوں کو اَور بھی قوی کریں۔ اِس امر کا ثبوت کہ وہ اپنی زندگی ختم کر کے میدانِ جدوجہد سے بھاگنا نہیں چاہتے ایک حدیث سے بھی ملتا ہے۔

حضرت عبداللہؓ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نہایت مقرب صحابی تھے جب شہید ہو گئے تو اُن کے بیٹے حضرت جابرؓ کو ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت افسردہ حالت میں سر جھکائے دیکھا۔ آپ نے جابرؓ سے فرمایا، جابر! تمہیں اپنے باپ کی موت کا بہت صدمہ معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ! باپ بھی بہت نیک تھا جس کی وفات کا طبعی طور پر مجھے سخت صدمہ ہے مگر میری افسردگی کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارا خاندان بہت بڑا ہے اور اب اُس کا تمام بار میرے کمزور کندھوں پر آ پڑا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جابر! اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہارے باپ کا کیا حال ہوا تو تم کبھی افسردہ نہ ہوتے بلکہ خوش ہوتے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ جابر! جب عبداللہؓ شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں سے کہا۔ عبداللہ کی روح کو میرے سامنے لاؤ۔ جب عبداللہ کی روح اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کی گئی تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ سے فرمایا کہ عبداللہ! ہم تمہارے کارنامے پر

اور اسلام کے لئے تم نے جو قربانی پیش کی ہے اُس پر اتنے خوش ہوئے ہیں کہ تم جو کچھ مانگنا چاہتے ہو مانگو ہم تمہاری ہر خواہش کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اِس پر عبد اللہؓ نے یہ نہیں کہا کہ الٰہی! جنت کے فلاں مقام پر مجھے رکھا جائے، اِس پر عبد اللہؓ نے یہ نہیں کہا کہ الٰہی! مجھے ایسی ایسی حوریں دے، عبد اللہؓ نے یہ نہیں کہا کہ الٰہی! مجھے جنت میں غلمان خدمت کے لئے دے، عبد اللہؓ نے یہ نہیں کہا کہ الٰہی! مجھے ایسے ایسے باغات مل جائیں بلکہ عبد اللہؓ نے اگر کہا تو یہ کہا کہ اے میرے ربّ! اگر تو مجھے کچھ دینا ہی چاہتا ہے تو میری خواہش یہ ہے کہ تو مجھے پھر زندہ کر دے تا کہ میں پھر تیرے دین کی خدمت کرتا ہوا مارا جاؤں [1]

اِس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ شہید ہونے والا اپنی مرضی سے مرنا نہیں چاہتا۔ وہ خطرے کے مواقع پر اپنی جان ضرور پیش کرتا ہے مگر اُس کا دل چاہتا ہے کہ میں زندہ رہ کر ان تمام مشکلات کا مقابلہ کروں جو اسلام یا دینِ حقّہ کو مخالفوں کی طرف سے پیش آنے والی ہیں۔ پس میں نے جو اعتراض خودکشی کرنے والوں یا جھوٹے جان دینے والوں پر کیا ہے وہ شہداء پر نہیں پڑتا۔

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دینِ حقّہ کے لئے ایسے قربانی کرنے والے پیدا کرے جو اپنی جان کو مار کر اِس دنیا کی جدوجہد سے بھاگنا نہیں چاہتے بلکہ دنیا میں زندہ رہ کر دنیا کی کشمکشوں میں سے گزر کر، دنیا کی مصیبتوں کو جھیل کر، دنیا کی تکالیف کو برداشت کر کے اپنی مردانگی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں اور بتانا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا بندہ دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے ڈرا نہیں کرتا۔ یہی وہ حقیقی قربانی ہے جو شاندار ہوتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کا نام لے کر سینہ میں خنجر مار لینا کوئی قربانی نہیں وہ بزدلی ہے، وہ کمزوری ہے، وہ دون ہمتی ہے جو لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ایک قربانی کی شکل میں پیش کی جاتی ہے ورنہ وہ خوب جانتا ہے کہ میں بُزدل ہوں۔ میں اس لئے مَر رہا ہوں کہ دنیا میں رہ کر میں مصیبتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ سمجھتا ہے کہ چند مصیبتیں آنے کے بعد ہی میرا ایمان کمزور ہو جائے گا اِس لئے وہ اپنی زندگی کو ختم کر دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اِس قربانی کی بنیاد ڈالے جو زندہ رہ کر اور دنیا کی کشمکشوں کا مقابلہ کر کے

اور دنیا کی مصیبتوں کو برداشت کر کے انسان پیش کر سکتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سب سے بڑا کارنامہ درحقیقت یہی تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ رؤیا دکھائی جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ وہ اکلوتے بیٹے کو جو یقیناً اسماعیل تھے ذبح کر رہے ہیں تو چونکہ اُس وقت لوگ اپنے بیٹوں کو خدا تعالیٰ کے نام پر ذبح کرتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ الٰہی منشاء یہ ہے کہ میں بھی اپنے بیٹے کو خدا تعالیٰ کے نام پر ذبح کر دوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل کو جن کی عمر اُس وقت تاریخ سے سات سال کی معلوم ہوتی ہے بتایا کہ میں نے ایسی ایسی رؤیا دیکھی ہے۔اسماعیل جو اپنے باپ کی نیک تربیت کے ماتحت دین کو سمجھتا تھا اور جس میں یہ حس تھی کہ خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرنی چاہیے اُس نے فوراً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کو قبول کیا کہ خدا تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے آپ اُس پر عمل کریں۔[۲]

میں اِسے حضرت اسماعیل کی ذاتی نیکی نہیں سمجھتا۔ جب وہ بڑے ہوئے تو یقیناً وہ نیک ثابت ہوئے اور اُنہوں نے اپنے عمل اور طریق سے خدا تعالیٰ کو اتنا خوش کیا کہ اُس نے اِنہیں نبوت کے مقام پر فائز کر دیا مگر اَلصَّبِیُّ صَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ نَبِیًّا بچہ بچہ ہی ہے خواہ وہ بعد میں نبی ہی کیوں نہ بن جائے۔ سات سال کی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا یہ نمونہ دکھانا یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام، اُن کی بیوی اور دوسرے رشتہ داروں کی نیکی کا مظاہرہ تھا حضرت اسماعیل کی ذاتی خوبی نہیں تھا۔

مجھے اپنے گھر کا ایک واقعہ یاد ہے۔ میرا ایک بچہ جس کی عمر پانچ چھ سال تھی ایک دفعہ نچلی منزل کی سیڑھی پر کھڑا تھا اور میں اُوپر تھا۔ اُس کے ایک دو بھائی جو بڑی عمر کے تھے وہ اُس کے پاس کھڑے اُسے ڈرا رہے تھے اور میرے کان میں ان کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مجھے اُن کی باتیں کچھ دلچسپ معلوم ہوئیں اور میں غور سے سُننے لگا۔ میں نے سُنا اُن میں سے ایک نے اُسے کہا۔ اگر تم کو رات کے وقت جنگل میں اکیلے چھوڑ آئیں تو کیا تم اِس کے لئے تیار ہو گے؟ میں نے دیکھا کہ اس بات کے سنتے ہی بچے پر دہشت غالب آ گئی۔ وہ ڈر گیا اور اس نے کہا نہیں۔ اِس کے بعد دوسرے نے کہا۔ اگر میں تم کو کہوں کہ تم رات کو اکیلے جنگل میں چلے جاؤ اور وہیں

رہو تو کیا تم میری بات مانو گے؟ اُس نے کہا نہیں۔ پھر اُنہوں نے کسی اَور کا نام لے کر کہا کہ اگر وہ کہے تو پھر بھی مانو گے یا نہیں؟ اُس نے کہا نہیں۔ اِس کے بعد اُنہوں نے کسی اَور کا نام لیا کہ اگر وہ ایسا کہے تو کیا پھر بھی تم مانو گے یا نہیں؟ اُس نے کہا نہیں۔ پھر اُنہوں نے میرا نام لیا اور کہا کہ اگر ابا جان کہیں تو کیا تم جنگل میں چلے جاؤ گے؟ اُس نے پھر کہا نہیں۔ آخر اُنہوں نے کہا۔ اگر خدا کہے کہ تم جنگل میں چلے جاؤ تو کیا تم جاؤ گے؟ میں نے دیکھا کہ اِس بات کے سنتے ہی اُس کا رنگ زرد ہو گیا مگر اُس نے کہا ہاں پھر میں مان لوں گا۔

اب دیکھو پانچ چھ سال کا بچہ نہیں جانتا کہ خدا کیا چیز ہے۔ وہ صرف موٹی موٹی باتیں جانتا ہے خدا تعالیٰ کے احکام کی اہمیت کو نہیں سمجھتا مگر چونکہ صبح و شام وہ سنتا رہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات بہت بڑی ہے اور اُس کے احکام کو نہ ماننا کسی انسان کے لئے جائز نہیں ہو سکتا اِس لئے اور سب کا نام لینے پر اُس نے انکار کیا یہاں تک کہ باپ کا نام لینے پر بھی اُس نے یہی کہا کہ میں نہیں جاؤں گا مگر جب خدا تعالیٰ کا نام لیا گیا تو اُس نے سمجھا کہ اب انکار نہیں ہو سکتا اور اُس نے کہا کہ اگر خدا کہے تو پھر میں چلا جاؤں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں یہ دکھایا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اب بتا تیری کیا رائے ہے؟ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اُس نیک تربیت کی وجہ سے جو اُنہیں حاصل تھی یہ جواب دیا کہ جب خدا نے ایسا کہا ہے تو پھر بے شک اِس پر عمل کریں میں اِس کے لئے بالکل تیار ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جنگل میں لے گئے، ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی، اُنہیں زمین پر لٹا دیا اور پھر چھری نکال کر چاہا کہ اُس زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق اپنے بیٹے کو خدا تعالیٰ کے نام پر ذبح کر دیں مگر خدا تعالیٰ تو یہ بتانا چاہتا تھا کہ انسانی قربانی ناجائز ہے۔ چنانچہ جب اُنہوں نے چھری نکالی اور ذبح کرنا چاہا تو فرشتہ نازل ہوا اور اُس نے خدا تعالیٰ کی طرف سے کہا کہ یٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ ﴿۱۰۵﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۔[۳]
اے ابراہیم! تم نے عملاً اپنے بچے کو ذبح کرنے کے ارادہ سے لٹا کر اور چھری نکال کر اپنے خواب کو پورا کر دیا ہے مگر ہمارا منشاء یہ نہیں تھا کہ تم واقع میں اِسے ذبح کر دو بلکہ ہم یہ بتانا

چاہتے تھے کہ خواب میں اگر کوئی شخص اپنے بچے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اِس کی تعبیر کچھ اَور ہوتی ہے۔ ہم انسانی قربانی کو روکنا چاہتے تھے اور اِسی لئے ہم نے یہ رؤیا دکھائی تھی۔ اِس ذریعہ سے تمہارا ایمان بھی ظاہر ہو گیا اور ہماری غرض بھی پوری ہوگئی۔ اے ابراہیم! آج سے انسانی قربانی کو بند کیا جاتا ہے اب آئندہ کسی انسان کو اِس رنگ میں قربان کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے انسانی قربانی جو خودکشی یا دوسرے کو قتل کرنے کے رنگ میں جاری تھی رُک گئی۔ درحقیقت اِس رؤیا میں یہ بتایا گیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایک وادیٔ غیر ذی ذرع میں اپنے بیٹے کو چھوڑ آئیں گے اور اس لئے چھوڑ آئیں گے **لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ**[4] تاکہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کو قائم کریں۔ دوسری جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ اُن کو بیت اللہ کے پاس اِس لئے رکھا گیا تھا تاکہ وہ زائرین اور طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے لئے اُس کے گھر کو آباد رکھیں۔[5] چنانچہ جب یہ قربانی جاتی رہی تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے رؤیا کے ذریعہ بتایا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل اور اس کی والدہ کو بیت اللہ کی جگہ چھوڑ آئیں۔

بخاری میں روایت آتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ حکم ہوا تو اُنہوں نے اپنا بچہ اُٹھا لیا یا ممکن ہے اُنہوں نے کسی سواری کا بھی انتظام کر لیا ہو۔ روایت میں آتا ہے کہ بعض جگہ حضرت ہاجرہ بچے کو اُٹھا لیتیں اور بعض جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُسے اُٹھا لیتے اِس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور بچے کو ساتھ لے کر فلسطین سے مکہ کا رُخ کیا۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ فلسطین سے مکہ کوئی دو ہزار میل کے قریب ہوگا۔ سفر کرتے کرتے وہ خانہ کعبہ میں پہنچے۔ اُس وقت صرف ایک مشکیزہ پانی کا اور ایک ٹوکری کھجوروں کی ان کے پاس تھی اُنہوں نے اپنی بیوی اور بچے کو وہاں بٹھایا اور کھجوروں کی ٹوکری اور پانی کا مشکیزہ اُن کے پاس رکھ دیا۔ مکہ میں اُس وقت کوئی پانی کا چشمہ یا نہر نہیں تھی، کوئی نالہ بھی پاس سے نہیں گذرتا تھا اور زمین کے لحاظ سے کوئی سرسبزی و شادابی اُس میں نہیں پائی جاتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وہاں رکھا، اپنی بیوی کو چھوڑا اور کہا میں ایک کام کے لئے جا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ وہاں سے واپس چل پڑے لیکن ۸۰ سال کی عمر میں پیدا ہونے والے اکلوتے بچے کی محبت

خواہ کوئی نبی بھی ہو، اُس کے دل سے ٹھنڈی نہیں ہوسکتی۔ اب ابراہیم علیہ السلام نوے سال کی عمر کو پہنچ رہے تھے اور اِس عمر میں اُن کا اپنے بیٹے اور اُس بیٹے کی شریف اور نیک ماں کو چھوڑ کر واپس چلے جانا کوئی آسان امر نہیں تھا۔ پچاس ساٹھ گز گئے تھے کہ اُنہوں نے مڑ کر اپنی بیوی اور بچے کو دیکھا اور اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر پچاس ساٹھ گز گئے تھے کہ محبت نے جوش مارا اور اُنہوں نے پھر ایک بار اُن کو دیکھا۔ پھر کچھ دور گئے تو محبت نے پھر جوش مارا اور اُنہوں نے مُڑ کر اُن پر نظر ڈالی۔ وہ اِس طرح کرتے چلے گئے یہاں تک کہ وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے اُن کا نظر آنا مشکل ہو گیا۔ اُس وقت اُنہوں نے اُس طرف منہ کیا جدھر اُن کی بیوی بچہ تھے جن کو چھوڑ کر وہ ہمیشہ کے لئے جا رہے تھے اور جن کے زندہ رہنے کا بظاہر کوئی امکان نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزانہ طور پر اُنہوں نے دعا کی کہ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ[6] اے ہمارے ربّ! اُنہوں نے رَبَّنَآ کہا ہے رَبِّــیْ نہیں کہا۔ کیونکہ اِس قربانی میں وہ اپنی بیوی کو بھی شامل کرتے ہیں مگر اس کے بعد وہ اِنِّيْٓ کہتے ہیں اِنَّــا نہیں کہتے کیونکہ یہ فعل اُن کی بیوی کی طرف سے نہیں تھا رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ۔ اے ہمارے ربّ! میں نے اپنی ذریت کا ایک حصہ اِس وادی میں لا کر چھوڑ دیا ہے۔ ایک حصہ اُنہوں نے اِس لئے کہا کہ اُس وقت تک حضرت اسحٰق بھی پیدا ہو چکے تھے۔ جب اُنہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تھا اُس وقت تک حضرت اسحاقؑ پیدا نہیں ہوئے تھے لیکن جب اُنہوں نے حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں لا کر چھوڑا ہے اُس وقت حضرت اسحاقؑ پیدا ہو چکے تھے اِس لئے وہ فرماتے ہیں رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ۔ الٰہی! میں نے اپنی اولاد کا ایک حصہ اس وادی میں لا کر چھوڑ دیا ہے۔ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی۔ جیسے ربوہ میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی۔ سرکاری کاغذات میں لکھا ہوا ہے کہ اس رقبہ میں نہ زراعت ہوتی ہے اور نہ اِس وقت کی تحقیقات کے مطابق ہوسکتی ہے۔ Uncultivable Unagricultural۔ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ[7] تیرے پاکیزہ گھر کے پاس۔ اُس وقت تک خانہ کعبہ نہیں بنا تھا لیکن اس آیت سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ کسی زمانہ میں وہاں کوئی پُرانا

معبد تھا۔ اور جو لوگ یہ عقیدہ نہیں رکھتے وہ اس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جو معبد بننے والا ہے اس کے نزدیک میں نے اپنی اولاد کو لا کر رکھ دیا ہے۔ تیسرے معنی اس کے یہ کئے جاتے ہیں کہ بیت اللہ درحقیقت تقویٰ کا مقام ہے۔ پس عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ کے یہ معنی ہیں کہ میں ایک ایسے مقام کے پاس انہیں چھوڑ رہا ہوں جہاں شیطانی خیالات کا دخل نہیں ہوگا یعنی دین کی خدمت کے لئے میں انہیں یہاں چھوڑ رہا ہوں رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ۔ اے میرے ربّ! میں اِن کو یہاں چھوڑ تو رہا ہوں مگر اِس لئے نہیں کہ یہ بڑی بڑی کمائیاں کریں یا بڑے بڑے جتھے بنائیں اور فتوحات حاصل کریں بلکہ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اے میرے ربّ! میں اس لئے ان کو یہاں چھوڑ رہا ہوں تا کہ وہ تیری عبادت کو اِس جنگل میں قائم کریں۔

فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ[8] پس اے میرے ربّ! تو لوگوں کے دلوں میں خود ان کی محبت ڈال اور اُنہیں اِس طرف جھکا دے۔ چونکہ یہ خالص تیری عبادت کے لئے وقف ہوں گے اور تیرے دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہوں گے اِس لئے اے میرے ربّ! تو لوگوں کے ایک طبقہ کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے اور ان کے دلوں میں ان کی عقیدت اور احترام پیدا کر دے تا کہ وہ باہر کی دنیا میں رہ کر کمائیں اور اپنی کمائی کا ایک حصہ اِن کے کھانے کے لئے بھجوا دیا کریں۔ اور اے میرے ربّ! جب میں اپنی اولاد کو دین کی خدمت کے لئے یہاں چھوڑے جا رہا ہوں تو میں یہ نہیں چاہتا کہ مسجد کے مُلّانوں کی طرح یہ جمعرات کی روٹیوں کے محتاج ہوں۔ میں اپنی اولاد کو ایک جنگل میں چھوڑ رہا ہوں، میں اپنے بچے کو جو جوان ہے اور اُس عمر سے گذر گیا ہے جس میں بچے بِالعموم مَر جایا کرتے ہیں ایک ایسی جگہ چھوڑ رہا ہوں جس میں اِس کی موت یقینی ہے انسان ہونے کے لحاظ سے میں علمِ غیب نہیں رکھتا اور میں نہیں جانتا کہ کل تُو ان سے کیا سلوک کرے گا۔ میرا اندازہ انسانی علم کے لحاظ سے یہی ہے کہ میری بیوی اور بچہ یہاں مَر جائیں گے۔ میں نے انسان ہوتے ہوئے قربانی کے ہر نقطۂ نگاہ میں سے جو سب سے بڑا نقطۂ نگاہ تھا اُس کو پورا کر دیا ہے اب میں تیرا بھی امتحان لینا چاہتا ہوں۔ میں نے بندہ ہو کر وہ کام کیا ہے جو قربانی اور ایثار کے لحاظ سے اپنے انتہائی کمال کو پہنچا ہوا ہے اب میں تیری خدائی کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ میں نے اپنی بیوی اور بچے کو یہاں لا کر چھوڑا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے چھوڑا ہے کہ وہ اِس جنگل میں بھوکے اور پیاسے مَر جائیں گے۔ اب اے خدا! اگر تو خدا ہے تو یہاں اُن کے لئے لوگوں کو کھینچ لا اور اُن کے قلوب اِس طرف مائل کر دے۔ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ [9] مگر اے خدا! میں تجھ سے اُن کے لئے جمعرات کی روٹی نہیں مانگتا، میں تجھ سے اُن کے لئے چاول بھی نہیں مانگتا بلکہ میں یہ مانگتا ہوں کہ یہ جگہ جہاں گھاس کی ایک پتی بھی پیدا نہیں ہوتی اِس جگہ دنیا بھر کے میوے آئیں اور یہ اُن میووں کو یہاں بیٹھ کر کھائیں۔ تُو روٹی دے گا تو میں نہیں مانوں گا کہ تُو نے اپنی خدائی کا ثبوت دیا ہے، تو چاول کھلائے گا تو میں نہیں مانوں گا کہ تُو نے اپنی خدائی کا ثبوت دیا ہے، تو زردہ اور پلاؤ کھلائے گا تو میں نہیں مانوں گا کہ تو نے اپنی خدائی کا ثبوت دیا ہے۔ میں تیری خدائی کا ثبوت تب مانوں گا جب یہ مکہ میں بیٹھ کر چین اور جاپان اور یورپ اور امریکہ کے میوے کھائیں تب میں مانوں گا کہ تُو نے اپنی خدائی کا ثبوت دے دیا ہے۔ میں نے بندہ ہو کر ایک انتہائی قربانی کی ہے اب اے خدا! میں تیری خدائی کو بھی دیکھنا چاہتا ہوں اور وہ بھی اِس رنگ میں کہ اِس وادیٔ غیر ذی زرع میں دنیا کا ہر بہترین رزق تُو انہیں پہنچا۔ خدا تعالیٰ نے ابراہیم کے اِس چیلنج کو قبول کیا اور اُس نے کہا۔ اے ابراہیم! تُو نے اپنی اولاد کو ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں لا کر بسایا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ میں نے اپنا بیٹا قربان کر دیا ہے، اب تُو بھی اپنی خدائی کا ثبوت دے! تُو نے کہا ہے کہ میں نے ایک عاجز بندہ ہو کر اپنی بندگی کا ثبوت دے دیا، اب اے خدا! تُو بھی اپنی خدائی کا ثبوت دے! اور تُو نے ثبوت یہ مانگا ہے کہ یہ نہ کمائیں بلکہ بنی نوع انسان کمائیں اور اِنہیں کھلائیں اور کھلائیں بھی معمولی چیزیں نہیں بلکہ دنیا بھر کے میوے اِن کے پاس پہنچیں۔ میں تیرے اِس چیلنج کو قبول کرتا ہوں اور میں اِس وادیٔ غیر ذی زرع میں جہاں گھاس کی ایک پتی بھی نہیں اُگتی تجھے ایسا ہی کر کے دکھاؤں گا۔

میں نے حج کے موقع پر خود اِس کا تجربہ کیا ہے۔ میں نے مکہ مکرمہ میں ہندوستان کے گنّے دیکھے ہیں، میں نے مکہ مکرمہ میں طائف کے انگور کھائے، میں نے مکہ مکرمہ میں اعلیٰ درجہ کے انار کھائے ہیں، گنّے کے متعلق تو مجھے یاد نہیں کہ میری طبیعت پر اس کے متعلق کیا اثر تھا لیکن

انگوروں اور اناروں کے متعلق میں شہادت دے سکتا ہوں کہ ویسے اعلیٰ درجہ کے انگور اور انار میں نے اور کہیں نہیں کھائے۔ میں یورپ بھی گیا ہوں، میں شام بھی گیا ہوں، میں فلسطین بھی گیا ہوں، اٹلی کا مُلک انگوروں کیلئے بہت مشہور ہے یورپ کے لوگ کہتے ہیں کہ بہترین انگور اٹلی میں ہوتے ہیں مگر میں نے اٹلی کے لوگوں سے کہا کہ مکہ کی وادیٔ غیر ذی زرع میں ابراہیمی پیشگوئی کے ماتحت جو انگور میں نے کھائے ہیں وہ اٹلی کے انگوروں سے بہت زیادہ میٹھے اور بہت زیادہ اعلیٰ تھے۔ ہمارے اِردگرد قندھار، کوئٹہ اور کابل کا انار مشہور ہے مگر میں نے جو موٹا سرخ شیریں اور لذیذ انار مکہ میں کھایا ہے اُس کا سینکڑواں حصہ بھی قندھار اور کوئٹہ اور کابل کا انار نہیں۔

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اے خدا! میں نے اپنی بندگی کا انتہائی ثبوت دے دیا ہے اب تجھ سے میں کہتا ہوں کہ تُو بھی اپنی خدائی کا انتہا درجے کا ثبوت دے اور وہ ثبوت میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ یہ نہ کمائیں بلکہ لوگ کما کر اِن کے پاس لائیں اور لائیں بھی معمولی چیزیں نہیں بلکہ دنیا بھر کے بہترین پھل اور میوے لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ [۱۰] اے میرے ربّ! میں احسان کے طور پر نہیں کہتا میں یہ نہیں کہتا کہ اگر ایسا ہوا تب میرا بدلہ اُترے گا یا تب میری اولاد کی قربانی کا بدلہ اُترے گا۔ میں نے بیشک ایک مطالبہ کیا ہے مگر اِس لئے نہیں کہ میں نے کوئی قربانی کی ہے بلکہ میں نے یہ مطالبہ محض اِس لئے کیا ہے کہ بندے نے اپنی بندگی کا انتہائی ثبوت دے دیا اب تُو بھی اپنی خدائی کا ثبوت دے لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ تا کہ میری اولاد ایمان پر قائم رہے اور اِسے یقین ہو کہ کیسی زبردست طاقتوں کا مالک وہ خدا ہے جس کی خدمت کے لئے وہ یہاں بیٹھے ہیں۔ بظاہر یہ ایک چیلنج معلوم ہوتا ہے کہ دیکھ! میں نے کتنی قربانی کی، اب تو بھی اپنی خدائی کا ثبوت دے۔ مگر میری یہ غرض نہیں کہ تُو میرے فعل کی وجہ سے اِنہیں یہ پھل کھلا بلکہ میری غرض یہ ہے کہ تیرے فعل سے بنی نوع انسان کے اندر ایمان پیدا ہو۔ گویا اِس میں بھی اصل غرض تیرے نام کی بلندی ہے اپنے نام کی بلندی نہیں۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ [۱۱] پھر ابراہیم علیہ السلام کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بچہ چھوٹا ہے بیوی جوان ہے، یہ میری دوسری بیوی ہے میری بڑی بیوی جو میری

پھوپھی زاد بہن ہے میرے گھر میں موجود ہے اور اُس سے نسل بھی ہو رہی ہے، ہاجرہ یہ بھی جانتی ہے کہ وہ میری چہیتی بیوی ہے اور یہ بھی جانتی ہے کہ اُس سے اولاد ہوگئی ہے اِس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہ ظالم اُس بیوی کی خاطر مجھے یہاں چھوڑے جا رہا ہے اور اُس بچے کی خاطر میرے اِس بچے کو چھوڑ رہا ہے اِس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور گر گئے اور اُنہوں نے کہا۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ اے میرے ربّ! میں نے تیرے نام کی عزت کے لئے اپنے اوپر یہ دھبّہ قبول کیا ہے۔ میں اپنی بیوی کو یہاں اِس لئے نہیں چھوڑ رہا کہ میں اپنی پہلی بیوی کو اِس پر مقدم رکھتا ہوں۔ میں اپنے بچے کو اِس لیے یہاں نہیں چھوڑ رہا کہ میں اِس بچے پر دوسرے بچہ کو مقدم رکھتا ہوں بلکہ اے خدا! اِس بیوی کو میں اِس لئے یہاں چھوڑ رہا ہوں کہ تو نے مجھے اِس کا حکم دیا ہے اور اے خدا! یہ بچہ مجھے بہت عزیز ہے۔ اسحٰق سے ذلیل سمجھ کر میں اِسے یہاں نہیں چھوڑ رہا۔ میں اُس کی وراثت میں اِسے روک سمجھ کر یہاں نہیں چھوڑ رہا بلکہ اے خدا! باوجود اِس کے کہ یہ مجھے بہت پیارا ہے میں اِسے اِس لئے یہاں چھوڑ رہا ہوں کہ تُو نے اِسے یہاں چھوڑنے کو کہا ہے۔ یہ ظلم کا الزام، یہ بے وفائی کا الزام، یہ سنگدلی کا الزام، اے خدا! میں نے محض تیرے لئے قبول کیا ہے۔ میری بیوی اِس نکتہ کو نہیں سمجھ سکتی۔ وہ سمجھے گی کہ میں نے دوسری بیوی کی خاطر اِسے یہاں چھوڑا ہے۔ میرا بچہ بھی اِس بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ بڑا ہو کر کہے گا کہ باپ کیسا ظالم تھا وہ مجھے اور میری ماں کو یہاں چھوڑ گیا۔ اے میرے ربّ! میں اپنے دل کا درد کس کو بتاؤں سوائے تیری ذات کے جسے سب کچھ علم ہے۔ تجھے پتہ ہے کہ میرے دل میں کتنا دُکھ ہے، تجھ کو پتہ ہے کہ یہ ظاہری سنگدلی اور ظلم کا الزام میں نے محض تیرے حکم کو پورا کرنے کے لئے اپنے اوپر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ [۱۲] ابراہیم نے کہا تھا تُو جانتا ہے کہ میرے دل میں کتنا درد ہے اور یہ کہ ظاہری طور پر میں جو کچھ سنگدلی اور سختی کر رہا ہوں یہ محض تیرے لے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ یہ خدائی کلام ہے ابراہیم کا نہیں۔ فرماتا ہے خدا تعالیٰ کو پتہ ہے کہ زمین اور آسمان میں کیا کچھ ہے اُس کے علم سے کوئی بات مخفی نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ ابراہیم کا یہ فعل ایک بیج کی طرح زمین

میں ڈالا جا رہا ہے جس سے ایک دن ایک بڑی قوم پیدا ہوگی اور وہ جانتا ہے کہ آسمان پر اِس بیج بونے کے نتیجہ میں کیسا عظیم الشان انعام مقدر ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا کی تو حضرت ہاجرہؑ کے دل میں شُبہ پیدا ہوا کہ یہ جدائی کسی عارضی کام کے لئے معلوم نہیں ہوتی بلکہ دائمی جدائی معلوم ہوتی ہے۔ وہ دَوڑتی ہوئی آپ کے پیچھے گئیں اور اُنہوں نے کہا۔ ابراہیم! ابراہیم! تم ہمیں یہاں کس لئے چھوڑے جا رہے ہو؟ یہ تو عارضی جدائی معلوم نہیں ہوتی۔ تم ہمیں جنگل میں اکیلے چھوڑے جا رہے ہو۔ ابراہیم دیکھو! تمہارا بیٹا بھوکا مَر جائے گا، ابراہیم تمہاری جوان بیوی یہاں موجود ہے اور اس کا بھی تم پر حق ہے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن کی طرف نہیں دیکھا کیونکہ ان کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ وہ ڈرتے تھے کہ اگر میں نے جواب دیا تو بیتاب ہو جاؤں گا اور رقت مجھ پر غالب آ جائے گی اور یہ اُس شان کے خلاف ہوگا جس کا یہ قربانی تقاضا کرتی ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا تو پھر ہاجرہؓ نے کہا۔ ابراہیم! ابراہیم! اپنی بیوی اور بیٹے کو کس لئے ایک ایسے جنگل میں چھوڑے جا رہے ہو جس میں ایک دن بھی رہائش اختیار نہیں کی جاسکتی۔ بھیڑیئے آئیں گے اور ہمیں ختم کر دیں گے اور اگر بھیڑیئے نہ بھی آئے تب بھی پانی ختم ہو گیا تو ہم کیا کریں گے؟ کھجوریں ختم ہوگئیں تو ہم کیا کریں گے؟ آخر کیوں تم ہمیں یہاں چھوڑے جا رہے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر بھی اُن کی طرف نہ دیکھا اور زبان سے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر ہاجرہؓ نے آگے بڑھ کر اُن کا دامن پکڑ لیا اور کہا۔ بتاؤ تم کس پر ہمیں چھوڑے جا رہے ہو؟ کیا خدا پر چھوڑے جا رہے ہو؟ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا منہ موڑا اور آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھا دی۔ بولے نہیں کیونکہ جانتے تھے کہ اگر میں بولا تو رقت مجھ پر غالب آ جائے گی۔ اُنہوں نے صرف آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھا دی جس کا مطلب یہ تھا کہ ہاں خدا پر اور خدا تعالیٰ کے کہنے پر میں یہ کام کر رہا ہوں۔ ہاجرہؓ ایک عورت ہی سہی، وہ ایک مصری خاتون ہی سہی جس کا ابراہیمی خاندان سے کوئی تعلق نہیں تھا مگر وہ ابراہیمی تربیت حاصل کر چکی تھی، وہ خدا کا نام سن چکی تھی، وہ الٰہی قدرتوں کا مشاہدہ کر چکی تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی طرف اُنگلی اُٹھا کر بتایا کہ میں محض خدا تعالیٰ کی خاطر اور اُسی

کے حکم کی تعمیل میں تمہیں یہاں چھوڑے جا رہا ہوں تو ہاجرہؓ فوراً پیچھے ہٹ گئیں اور اُنہوں نے کہا۔ اِذًا لَّا یُضَیِّعُنَا [۱۳] تب خدا تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔ بے شک جہاں جانا ہے چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے اور وہ بے وطن اور مسکین ہاجرہؓ اسماعیل کی ماں پھر اپنے خاوند کا منہ نہیں دیکھ سکی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو اس کے بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے لیکن اُس وقت حضرت ہاجرہؓ فوت ہو چکی تھیں۔ تب خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اُنہوں نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی جس کو ہم بیت اللہ کہتے ہیں اور جس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ آئے اُس وقت جرہم قبیلہ کے لوگ وہاں بس چکے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ اُنہوں نے اپنی بیٹی بھی بیاہ دی تھی۔ اب وہ آبادی تھی چند خیمے یا چند جھونپڑیاں تھیں جن میں لوگ رہتے تھے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جھونپڑیاں تھیں کیونکہ روایات میں ذکر آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو حضرت اسماعیل اُس وقت گھر پر نہیں تھے۔ آپ گھر میں یہ پیغام دے گئے کہ جب اسماعیل آئے تو اُس سے کہنا کہ تمہاری چوکھٹ اچھی نہیں اُسے بدل دو۔ [۱۴] مطلب یہ تھا کہ تمہاری بیوی بد اخلاق ہے اِس کی بجائے کوئی اچھے اخلاق والی بیوی کرو۔ حضرت ابراہیمؑ اِس کے بعد بھی کئی دفعہ آئے۔ ایک اُس وقت آئے جب اُنہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی تھی اور ایک اُس وقت آئے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے وہ اکثر شکار کے لئے دُور پہاڑوں میں نکل جایا کرتے تھے اور پھر شکار کا گوشت سکھا کر رکھ لیتے اور استعمال کرتے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے ایک عورت بولی۔ بابا تو کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ بی بی! میں اسماعیل سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ اُس نے کہا۔ بابا جاؤ، اسماعیل تو گھر پر نہیں۔ اُنہوں نے کہا۔ اچھا، میں جاتا تو ہوں مگر جب اسماعیل واپس آئے تو اُس سے کہہ دینا کہ تمہارے دروازہ کی چوکھٹ اچھی نہیں اُسے بدل دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس آئے تو اُنہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ پیچھے کے واقعات بتاؤ چونکہ اُس وقت

مکہ میں صرف چند گھر تھے اِس لئے اُنہیں ایک دوسرے کے حالات معلوم کرنے کی طبعاً جستجو رہتی تھی اور بڑا بھاری واقعہ وہ اِس بات کو سمجھتے تھے کہ فلاں قبیلہ یہاں سے گذرا ہے اور وہ یہ یہ چیزیں لے گیا اور یہ یہ چیزیں دے گیا ہے۔ بیوی نے کہا اور تو کوئی واقعہ نہیں ہوا صرف ایک بڈھا آپ کے پیچھے آیا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دل دھڑکنے لگا کہ یہ بڈھا کہیں اُن کا باپ ہی نہ ہو۔ اُنہوں نے کہا اُس بڈھے نے کوئی بات بھی کی تھی یا نہیں؟ اُس نے کہا اُس بڈھے نے آپ کے متعلق پوچھا تھا۔ میں نے بتایا کہ آپ گھر پر موجود نہیں ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم نے اُس بڈھے کی کوئی خاطر تواضع بھی کی؟ اُس نے کہا۔ میں نے تو کوئی خاطر تواضع نہیں کی البتہ جاتے وقت وہ ایک پیغام آپ کو پہنچانے کے لئے دے گیا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ اسماعیل سے کہہ دینا تمہاری چوکھٹ اچھی نہیں اِسے بدل دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ سنتے ہی کہا۔ بی بی! میری طرف سے تم پر طلاق۔[۱۵] اُس نے کہا اِس کا کیا مطلب؟ حضرت اسماعیل نے کہا۔ وہ بڈھا میرا باپ تھا جو دو ہزار میل سے چل کر آیا مگر تم سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ تم اُنہیں کہتیں تشریف رکھئے اور آرام کیجئے۔ تمہارے اخلاق ایسے نہیں کہ میرے گھر میں رہنے کے قابل سمجھی جاسکو۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اُسے طلاق دے دی اور ایک اَور شادی کرلی۔

کچھ عرصہ کے بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے۔ اتفاقاً اُس دن بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام باہر تھے آپ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے ایک عورت نے جواب دیا کہ کون صاحب ہیں؟ بیٹھئے، تشریف رکھئے۔ چنانچہ آپ اندر گئے۔ اُس عورت نے آپ کی خدمت کی، پَیر دُھلائے، کھانے پینے کی چیزیں آپ کے سامنے رکھیں اور کہا مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ بہت فاصلہ سے آئے مگر اسماعیل سے نہیں مل سکے۔ آپ ٹھہریئے اور ان کا انتظار کیجئے اِس عرصہ میں مجھ سے جو کچھ ہوسکتا ہے میں آپ کی خدمت کروں گی۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام ٹھہرے نہیں بلکہ واپس چلے گئے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اُن کی قوم کے افراد بہت پھیلے ہوئے تھے اور وہ ان کے ہاں ٹھہر جاتے تھے۔ جاتے ہوئے اُنہوں نے کہا۔ اسماعیل جب واپس آئے تو اُسے کہنا کہ فلاں طرف سے ایک آدمی آیا تھا اور اُس سے کہنا کہ تمہارے دروازے کی چوکھٹ اب

بالکل ٹھیک ہے اِس کو قائم رکھنا۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ جب واپس آئے اور اُنہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ کوئی نئی خبر سناؤ تو اُس نے کہا۔ آج کی نئی خبر یہ ہے کہ ایک بڈھا آیا تھا۔ حضرت اسماعیل نے جلدی سے کہا پھر؟ اُس نے کہا۔ میں نے اُن کو بٹھایا، پاؤں دُھلائے، پانی پلایا اور کھانے کے لئے اُن کے سامنے چیزیں رکھیں۔ میں نے اُن سے یہ بھی کہا تھا کہ ٹھہریئے جب تک اسماعیل واپس نہیں آ جاتے مگر اُنہوں نے کہا کہ میں زیادہ انتظار نہیں کرسکتا۔ اِس کے بعد وہ چلے گئے مگر جاتی دفعہ وہ ایک عجیب طرح کا پیغام دے گئے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسماعیل سے کہہ دینا، تمہارے دروازہ کی چوکھٹ بڑی اچھی ہے اِسے قائم رکھنا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا۔ میری بیوی! یہ آنے والا میرا باپ تھا اور سفارش کر کے گیا ہے کہ میں تمہیں عزت واحترام سے اپنے گھر رکھوں۔[16]

آخر وہ دن بھی آ گیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو اپنے ساتھ لے کر اُس گھر کی بنیاد رکھی جس کو خانۂ کعبہ کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ[17] اور جبکہ ہم نے وہ گھر جو ابرہیم نے بنایا اُس کو لوگوں کے لئے بار بار آنے کا مقام بنا دیا، زیارت گاہ بنا دیا، ثواب کی جگہ بنا دیا، **وَاَمْنًا** اور امن کا مقام بنا دیا۔ **وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ** اور اے لوگو! جو خانۂ کعبہ کے شیدائی بنتے ہو، جو بیت اللہ کی محبت کا دَم بھرتے ہو، تم ہر ایک چیز جو تمہیں پسند آتی ہے، اُس کی تصویر اپنے گھر میں رکھنے کی کوشش کرتے ہو، اگر کوئی پھل تمہیں پسند آئے تو تم اُسے اپنے گھر لاتے اور اپنے بیوی بچوں کو چکھانے کی کوشش کرتے ہو۔ اے کم عقلو! جب تم بازار میں خربوزہ دیکھ کر بس نہیں کرتے بلکہ وہ خربوزہ گھر میں لاتے ہو، جب تم کسی اچھے نظارے کو دیکھتے ہو تو اُس کی تصویر کھینچتے اور اپنے بیوی بچوں کو دکھاتے اور آئندہ آنے والوں کے لئے گھر میں رکھتے ہو تو کیا وجہ ہے، کیا سبب ہے، اس میں کون سی معقولیت ہے کہ تم اپنے مونہوں سے تو خانۂ کعبہ کی تعریفیں کرتے ہو، اپنے مونہوں سے تو خانۂ کعبہ کے احترام کا اظہار کرتے ہو لیکن تم

ایک خربوزے کو تو گھر میں لانے کی کوشش کرتے ہو، تم تاج محل کو دیکھتے ہو تو اُس کی تصویر لینے کی کوشش کرتے ہو مگر تم خانۂ کعبہ کے ظِلّ کو اپنے مُلک اور اپنے علاقہ میں لانے کی کوشش نہیں کرتے۔

خانۂ کعبہ کیا ہے؟ ایک گھر ہے جو خدا تعالیٰ کی عبادت کیلئے وقف ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ ساری دنیا کے انسان خانۂ کعبہ میں نہیں جا سکتے۔ پس جس طرح خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ابراہیمؑ کی نقلیں دنیا میں پیدا کرے، اسی طرح وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ تم خانۂ کعبہ کی نقلیں بناؤ جس میں تم اور تمہاری اولادیں اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لئے وقف کر کے بیٹھ جائیں۔ جس طرح وہ لوگ جو ابراہیمؑ کے نمونہ پر چلیں گے، ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور اس کا ظل ہوں گے اِسی طرح یہ نقلیں خانہ کعبہ کی اولاد ہوں گی، خانہ کعبہ کی ظل اور اُس کا نمونہ ہوں گی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک خانہ کعبہ کے ظل دنیا کے گوشے گوشے میں قائم نہ کر دیئے جائیں اُس وقت تک دین پھیل نہیں سکتا۔ پس فرماتا ہے۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ اے بنی نوع انسان! ہم تجھ کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ تم بھی ابراہیمی مقام پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادتیں کرو۔ یعنی ایسے مرکز بناؤ جو دین کی اشاعت کا کام دیں۔

وَ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ اب بتاتا ہے کہ وہ مقامِ ابراہیم کیا چیز ہے۔ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ اور ہم نے ابراہیم کو بڑی پکی نصیحت کی۔ عَهِدَ بِهٖ کے معنی ہوتے ہیں اُس نے فلاں کے ساتھ عہد کیا لیکن جب عَهِدَ کے ساتھ اِلٰـی کا صلہ آئے تو اِس کے معنی ہوتے ہیں پکی نصیحت کرنا یا وصیت کرنا۔ پس فرماتا ہے۔ وَ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو بار بار نصیحت کی اور بار بار اِس طرف توجہ دلائی اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ کہ تم دونوں میرے گھر کو پاک بناؤ اور ہر قسم کے عیبوں اور خرابیوں سے اِس کو بچاؤ لِلطَّآئِفِيْنَ طواف کرنے والوں کے لئے وَالْعٰكِفِيْنَ اور اُن لوگوں کے لئے جو اپنی زندگی وقف کر کے یہیں بیٹھ رہیں۔ طائفین وہ لوگ ہیں جو کبھی کبھی آئیں اور عاکفین وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی اِسی گھر کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ اور اُن لوگوں کے لئے جو خدا تعالیٰ کی

توحید کے قیام کے لئے کھڑے رہتے ہیں اور اس کی فرمانبرداری میں اپنی ساری زندگی بسر کرتے ہیں یا ان لوگوں کے لئے جو رکوع اور سجود کرتے ہیں۔

یہ چیز ہے جو مقامِ ابراہیم ہے اور جس کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فرماتا ہے ہماری نصیحت یہی ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے میں خانہ کعبہ کی نقلیں بنی چاہئیں اور دنیا کے کونے کونے میں تمہیں اس کے ظل قائم کرنے چاہئیں اس کے بغیر دینِ حق کی کامل اشاعت کبھی نہیں ہوسکتی۔

(حضور نے فرمایا:۔)

میں ایک دفعہ اِس دعا کو پڑھ جاؤں گا۔ اس کے بعد پھر دوبارہ پڑھوں گا تمام عورتیں اور مرد میری اتباع کریں۔

(اِس ارشاد کے بعد حضور نے جس رنگ میں تلاوت فرمائی اور جس طرح بعض دعاؤں کا باربار تکرار فرمایا اُس کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ اَدْعیہ درج ذیل کی جاتی ہیں)

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا ـ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ

(حضور نے فرمایا:)

یہاں **مُسْلِمَيْنِ** سے گو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ مراد ہیں مگر دعا مانگتے ہوئے **مُسْلِمَيْنِ** سے ہر شخص میاں بیوی بھی مراد لے سکتا ہے۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ
رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ
وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

اے ہمارے ربّ! اِجْعَلْ هٰذَا بنا دے اِس کو۔ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے اُس وقت مکہ کوئی شہر نہیں تھا۔ وہ صرف چند جھونپڑیاں تھیں جو ایک بے آب وگیاہ وادی میں نظر آتی تھیں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ زمین جو ویران پڑی ہوئی ہے اِسے بنا دے۔ کیا بنا دے؟ بَلَدًا ایک شہر بنا دے۔

عام طور پر جو لوگ عربی نہیں جانتے وہ اِس کے معنی یہ کرتے ہیں کہ اِس شہر کو امن والا بنا دے۔ حالانکہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہی منشاء ہوتا تو آپ هٰذَا بَلَدًا کہنے کی بجائے هٰذَا الْبَلَدَ فرماتے۔ مگر آپ هٰذَا الْبَلَدَ نہیں بلکہ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا کہتے ہیں پس یہ شہر کے بنانے کی دعا ہے۔ شہر کو کچھ اَور بنانے کی دعا نہیں۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا اے میرے ربّ! بنا دے اِس ویران زمین کو ایک شہر۔ اٰمِنًا مگر شہروں کے ساتھ فتنہ وفساد کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ جب لوگ مل کر رہتے ہیں تو لڑائیاں بھی ہوتی ہیں، جھگڑے بھی ہوتے ہیں، فسادات بھی ہوتے ہیں اور پھر شہروں کو فتح کرنے کیلئے حکومتیں حملہ بھی کرتی ہیں۔ یا بعض شہر جب بڑے ہو جائیں تو اُن کے رہنے والے اپنا نفوذ بڑھانے کیلئے دوسروں پر حملہ کر دیتے ہیں اور چونکہ یہ سارے خدشات شہروں سے وابستہ ہوتے ہیں اِس لئے میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو اِسے امن والا بنائیو۔ نہ کوئی اِس پر حملہ کرے اور نہ یہ کسی اَور پر حملہ کرے۔ وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ اور اِس کے رہنے والوں کو ثمرات دیجیؤ۔

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اِس دعا کا یہ مفہوم ہے کہ اے خدا!

میں تجھ سے ان کے لئے روٹی نہیں مانگتا، میں تجھ سے پلاؤ نہیں، میں تجھ سے دُنبے کا گوشت نہیں مانگتا، بے شک یہ بھی تیری نعمتیں ہیں اور اگر اِن کو مل جائیں تو تیرا فضل اور انعام ہے مگر میں جو کچھ چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تُو اِن کو وہ پھل کھلا جو دس میل لے جا کر بھی سَڑ جاتا ہے۔ تو دنیا کے کناروں سے اِن کے لئے ہر قسم کے پھل لا اور اِنہیں اِن پھلوں سے متمتع فرما۔ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ میری اولاد میں سے بھی نبی بنائیو۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ نیک ہوں گے تو ہم اُن کو اپنے انعامات سے حصہ دیں گے ورنہ نہیں۔ نبی بڑا محتاط ہوتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے یہ کہا کہ میں ہر ایک کو یہ انعام نہیں دے سکتا جو نیک ہوگا صرف اُسے انعام ملے گا۔ تو اِس دوسری دعا کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اِسی امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ یا اللہ جو نیک ہوں صرف اُن کو رزق دیجیو۔ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رزق کے معاملہ میں ہمارا اَور حکم ہے اور نبوت اور امامت کے معاملہ میں ہمارا اَور حکم ہے۔ نبوت اور امامت صرف نیک لوگوں کو ملتی ہے مگر رزق ہر ایک کو ملتا ہے۔ پس جو کافر ہوگا دنیا کی روزی ہم اُس کو بھی دیں گے۔ چنانچہ سینکڑوں سال تک مکہ کے لوگ مشرک رہے مگر ابراہیمی رزق اُن کو بھی پہنچتا رہا۔ ہاں تیری نسل ہونے کی وجہ سے وہ اُخروی عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ مَر جائیں گے تو وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

پھر فرماتا ہے یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ مل کر بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہے تھے کہ خدایا! تیرا گھر تو برکت والا ہی ہوگا کون ہے جو اُسے برکت سے محروم کر سکے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہماری نسل میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو نمازیں پڑھنے والے اور تیری یاد میں اپنی زندگی بسر کرنے والے ہوں تا کہ اِس گھر کی برکت سے انہیں بھی فائدہ پہنچے مگر اگلی اولادوں کو ٹھیک کرنا آئندہ نسلوں کو درست کرنا اور اپنے ایمانوں کی حفاظت کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اے ہمارے ربّ! ہم نے خالص تیرے ایمان اور محبت کے لئے یہ گھر بنایا ہے تو اپنے فضل سے اسے قبول کر لے اور

اس کو ہمیشہ اپنے ذکر اور برکت کی جگہ بنا دے۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ تو ہماری دردمندانہ دعاؤں کو سننے والا اور ہمارے حالات کو خوب جاننے والا ہے۔تو اگر فیصلہ کر دے کہ یہ گھر ہمیشہ تیرے ذکر کے لئے مخصوص رہے گا تو اِسے کون بدل سکتا ہے۔ وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ اِس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بیت اللہ بنانے کے درحقیقت دو حصے ہیں۔ایک حصہ بندے سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا حصہ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے۔جس مکان کو ہم بیت اللہ کہتے ہیں وہ اینٹوں سے بنتا ہے، چونے سے بنتا ہے، گارے سے بنتا ہے اور یہ کام خدا تعالیٰ نہیں کرتا بلکہ انسان کرتا ہے۔مگر کیا انسان کے بنانے سے کوئی مکان بیت اللہ بن سکتا ہے؟ انسان تو صرف ڈھانچہ بناتا ہے روح اس میں خدا تعالیٰ ڈالتا ہے۔اسی امر کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ڈھانچہ تو میں نے اور اسماعیل نے بنا دیا ہے مگر ہمارے بنانے سے کیا بنتا ہے۔رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا۔ اے خدا! تو ہمارے اِس تحفہ کو قبول کر اور اسے اپنے پاس سے مقبولیت عطا فرما۔ ورنہ محض مسجدیں بنانے سے کیا بنتا ہے۔کئی مسجدیں ایسی ہیں جو باپ دادوں نے بنائیں اور بیٹوں نے بیچ ڈالیں، کئی مسجدیں ایسی ہیں جو بادشاہوں یا شہزادوں نے بنائیں مگر آج اُن میں کتے پاخانہ پھرتے ہیں اِس لئے کہ انسان نے تو مسجدیں بنائیں مگر خدا نے اُنہیں قبول نہ کیا۔پس حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ اے خدا! ہم نے تو تیرا گھر بنایا ہے مگر یہ محض ہمارے بنانے سے قیامت تک قائم نہیں رہ سکتا، یہ اُس وقت تک رہ سکتا ہے جب تک تُو کہے گا اِس لئے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا۔ اے خدا! ہم نے جو گھر بنایا ہے اِسے تُو قبول فرما اور تُو سچ مچ اِس میں رہ پڑ۔اور جب خدا کسی جگہ بَس جائے تو وہ کیسے اُجڑ سکتا ہے۔گاؤں اُجڑ جائیں تو اُجڑ جائیں، شہر اُجڑ جائیں تو اُجڑ جائیں وہ مقام کبھی نہیں اُجڑ سکتا جس جگہ خدا بس گیا ہو۔ چنانچہ دیکھ لو سینکڑوں سال تک مکہ بے آباد رہا مگر چونکہ خدا وہاں تھا اس لئے اس کی عزت قائم رہی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام یہی دعا مانگتے ہوئے فرماتے ہیں رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ اے خدا! اِس گھر کی آبادی تیرے بندوں سے وابستہ ہے مگر محض لوگوں کی آبادی کوئی چیز نہیں اصل چیز یہ ہے کہ اِس سے تعلق رکھنے والے نیک ہوں۔ پس ہم جو بیت اللہ کو بنانے والے ہیں اور جو دو افراد

ہیں ہماری پہلی دعا تو یہ ہے کہ تُو خود ہمیں نیک بنا وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ اور پھر ہماری اولاد میں سے ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے جو تیرا مطیع اور فرمانبردار ہو۔ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا پھر چاہے انسان کے دل میں کتنا ہی اخلاص ہو اگر اُسے طریق معلوم نہ ہو کہ کس طرح کسی گھر کو آباد رکھنا ہے تو پھر بھی وہ غلطی کر جاتا ہے اِس لئے وہ دعا کرتے ہیں کہ اے خدا! نہ صرف ہمارے دلوں میں ایمان قائم رکھ بلکہ وقتاً فوقتاً ہمیں یہ بھی بتاتا رہیو کہ ہم نے کس طرح اِسے آباد رکھنا ہے اور ہم کونسا وہ طریق عبادت اختیار کریں جس سے تُو خوش ہو اور یہ گھر آباد رہ سکے۔ وَتُبْ عَلَيْنَا مگر اِس اخلاص کے باوجود، اِس الہام کے باوجود جو یہ بتاتا رہے کہ کس طرح اِس گھر کو آباد رکھنا ہے اے خدا! ہم بندے ہیں اور ہم نے غلطیاں کرنی ہیں تُو توّاب اور رحیم ہے تو ہمیں معاف کر دیا کر اور ہمارے گناہوں سے درگذر کرتا رہ۔ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ تو بڑی توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ تواب اور رحیم نام اِسی لئے لائے گئے ہیں کہ بندہ خواہ کتنی بھی نیک نیتی سے کام کرے وہ غلطی کر جاتا ہے۔ ایسی حالت میں توابیت اُس کے کام آتی ہے اور اگر اچھا کام کرے تو رحیمیت اُس کے کام آتی ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اے ہمارے ربّ! تو ان لوگوں میں جو اِس جگہ رہیں گے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما۔ مِّنْهُمْ اور اے ہمارے ربّ! رسول کے آنے سے یہ ضرورت تو پوری ہو جائے گی کہ خانہ کعبہ سے جس طرح تعلق رکھنا ہے اُس کا پتہ لگ جائے گا اور وہ سچے اور مخلص مؤمن بن جائیں گے مگر اے ہمارے ربّ! ہم نے جو اپنی اولاد کو یہاں آ کر بسایا ہے اس میں کچھ خود غرضی بھی ہے۔ ہماری یہ بھی غرض ہے کہ تیرا نام بلند ہو اور ہماری یہ بھی غرض ہے کہ ہماری اولاد کے ذریعہ تیرا نام بلند ہو۔ ہم نے صرف تیرا گھر نہیں بنایا بلکہ اپنی اولاد کو بھی یہاں لا کر بسا دیا ہے گویا ہم نے جو تیرے نام کی بلندی کی کوشش کی ہے اِس میں کچھ خود غرضی بھی شامل ہے۔ ہم نے یہ مکان بنایا ہے اس لئے کہ تیرا نام بلند ہو اور ہم نے اپنی اولاد یہاں اس لئے بسائی ہے کہ اِس کے ذریعہ تیرا نام بلند ہو۔ پس ہم نے جو اپنی اولاد یہاں بسائی ہے اِس میں ہماری یہ غرض بھی شامل ہے کہ آنے والا رسول اِنہی میں سے ہو باہر سے نہ ہو۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وہ تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے۔ تیرے

نشانات اور معجزات کے ذریعہ اُن کے ایمانوں کو بلند کرے۔ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور تیری شریعت جس کے بغیر باطن پاکیزہ نہیں ہوسکتا اور جو انسان کو مکمل نمونہ بنا دیتی ہے نازل ہو اور وہ لوگوں کو سکھائے۔ وَالْحِكْمَةَ اور اے ہمارے ربّ! جب وہ رسول آئے گا انسانی عقل تیز ہو چکی ہوگی اُس وقت انسان بچہ نہیں ہوگا کہ اُسے یہ کہا جائے کہ اُٹھ اور فلاں کام کر اور جب وہ کہے کہ میں کیوں کروں؟ تو اُسے کہا جائے آگے سے بکواس مت کرو۔ عیسیٰؑ کے زمانہ میں اور موسیٰؑ کے زمانہ میں اور نوحؑ کے زمانہ میں ایسا ہو چکا مگر جب وہ نبی آئے گا اُس کا زمانہ انسانی عقل کے ارتقاء کا زمانہ ہوگا اُس وقت بندہ صرف یہی نہیں سنے گا کہ کر۔ بلکہ وہ پوچھے گا کہ کیوں کروں؟ پس یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اے خدا! تو اُس کو موسیٰ کی طرح شریعت ہی نہ دیجیؤ، نوحؑ کی طرح صحف ہی نہ دیجیؤ، داؤد کی طرح احکام ہی نہ دیجیؤ بلکہ ساتھ ہی اِن کی وجہ بھی بتا دیجیؤ اور ان احکام کی حکمت بھی واضح کیجیؤ تا کہ نہ صرف اُن کے جسم تیرے حکم کے تابع ہوں بلکہ اُن کا دماغ اور دل بھی تیرے حکم کے تابع ہو اور وہ سمجھیں کہ جو کچھ کہا گیا ہے فلسفہ کے ماتحت کہا گیا ہے، عقل کے ماتحت کہا گیا ہے، ضرورت کے ماتحت کہا گیا ہے، فوائد کے ماتحت کہا گیا ہے۔ وَيُزَكِّيْهِمْ اور اُن کو پاک کرے۔ دماغ کو ہی پاک نہ کرے بلکہ حکمت سکھا کر اُن کے قلوب کو بھی محبت الٰہی سے بھر دے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ میں جذب کر دیں، الٰہی صفات اُن میں پیدا ہو جائیں اور وہ چلتے ہوئے انسان نظر نہ آئیں بلکہ خدا نمائی کا ایک آئینہ دکھائی دیں۔

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اے ہمارے ربّ! ہم نے جو چیز مانگی ہے بظاہر یہ ناممکن نظر آتی ہے اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا لیکن ہم خوب جانتے ہیں کہ تجھ میں طاقت ہے تو عزیز خدا ہے، تو غالب خدا ہے اور تیری شان یہ ہے۔

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تُو ایسا کر سکتا ہے۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ چونکہ تو عزیز خدا ہے اِس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ایسا رسول آئے۔

اِس پر اعتراض ہوسکتا تھا کہ اگر پہلے خدا نے ایسا رسول نہیں بھیجا تو اب کیوں بھیجے؟ اور اگر پہلے بھی ایسا رسول بھیجنا ضروری تھا تو پھر ایسے رسول کو نہ بھجوا کر بنی نوع انسان پر کیوں ظلم کیا گیا؟ اِس اعتراض کا اَلْحَکِیْمُ کہہ کر ازالہ کر دیا کہ ہم جانتے ہیں پہلے ایسا رسول آ ہی نہیں سکتا تھا۔ پہلے لوگ اِس قابل ہی نہیں تھے کہ محمدی تعلیم کو برداشت کر سکیں۔ پس ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عزیز کہہ کر خدائی غیرت کو جوش دلایا ہے اور کہا ہے کہ ہمارا مطالبہ غیر معقول نہیں ہم جانتے ہیں کہ تُو ایسا کر سکتا ہے مگر ساتھ ہی حکیم کہہ کر بتا دیا کہ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ اگر پہلے تو نے ایسا رسول نہیں بھجوایا تو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ تُو نے بُخل سے کام لیا ہے بلکہ ہم جانتے ہیں کہ اگر پہلے تو نے ایسا نبی نہیں بھیجا تو صرف اِس لئے کہ پہلے ایسا نبی بھیجنا مناسب نہیں تھا۔

یہ کیسی کامل دعا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام اور آپ کے بلند ترین مدارج کو واضح کرنے والی ہے۔ مگر میں پھر کہتا ہوں دنیا دوسری چیزوں کی نقلیں کرتی ہے، دنیا چاہتی ہے کہ اگر اسے اچھی تصویریں نظر آئیں تو اُن کو اپنے گھروں میں لے جائے، وہ خوشنما اور خوبصورت مناظر دیکھتی ہے تو اُن کے نقشے اپنے گھروں میں رکھتی ہے مگر انسان کو یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ وہ خانہ کعبہ کی بھی نقلیں بنائے جنہیں لوگ دیکھیں اور جہاں لوگ اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کے ذکر اور اُس کے نام کی بلندی کے لئے وقف کر دیں۔ انسان کو یہ کبھی خیال نہیں آتا کہ میں اپنے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر بٹھاؤں تا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ اور تصویر کو دیکھ کر اور لوگ بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل بننے کی کوشش کریں حالانکہ اگر دنیا میں ہر جگہ خانہ کعبہ کے ظل اور اُس کی نقلیں نہ ہوں، اگر دنیا میں ہر جگہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل اور آپ کی نقلیں نہ ہوں تو وہ دنیا ہرگز رہنے کے قابل نہیں۔ دنیا تبھی بچ سکتی ہے، دنیا تبھی زندہ رہ سکتی ہے، دنیا تبھی ترقی کر سکتی ہے جب ہر مُلک کے لوگ خانہ کعبہ کی نقل میں ایسی جگہیں بنائیں جہاں لوگ اپنی زندگیاں دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیں اور انسان کوشش کرے کہ ہر خطہ زمین پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہوئے نظر آئیں۔

بہر حال یہ دعائیں ہیں جو کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ میں اِس وقت اِسی پر بس کرتا ہوں۔ اگر میری تقریر کے لمبا ہو جانے کی وجہ سے بعض تقریریں ضائع ہوگئی ہیں تو بیشک ہو جائیں ہمارا مقصد اِس جلسہ میں تقریریں کرنا نہیں بلکہ دعائیں کر کے اِس مقام کو بابرکت بنانا ہے۔ میں نے دعائیں سکھا دی ہیں یوں انسان کے ذہن میں دعائیں نہیں آتیں مگر نبیوں کے ذہن میں جو دعائیں آتی ہیں وہ نہایت کامل ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نبی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے دل میں ایسے وقت میں جو خیالات آئے اور جو کچھ ان مقدس مقامات کے فرائض اور ذمہ داریاں ہیں اور کامیابی کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے جن فضلوں کی ضرورت ہے ان تمام چیزوں کو آپ نے اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے اور اب آپ سب لوگ میرے ساتھ مل کر دعا کریں۔ یہ زمین ابھی ہمیں پورے طور پر ملی نہیں ہم تفاؤل کے طور پر اِسے اپنا مرکز بناتے ہیں اور دعاؤں کے ساتھ اِسے اپنا مذہبی مقدس مقام قرار دیتے ہیں اِس کے بعد ہمارا فرض ہوگا کہ اِس مقام کو ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھنے کی کوشش کریں اور ہمیشہ دین اسلام کی خدمت اور خدا تعالیٰ کے نام کی بلندی کے لئے اِسے استعمال کرنے کی کوشش کریں۔

پس آؤ جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ اے خدا! میں ابراہیم کی طرح تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مدینہ کو بھی اُسی طرح برکتیں دے جس طرح تو نے مکہ کو برکتیں دی ہیں اِسی طرح ہم بھی اس مقام کے بابرکت ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں۔ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور غلام ضرور ہیں اور جہاں آقا جاتا ہے وہاں خادم بھی جایا کرتا ہے۔ گورنر کی جب کسی جگہ دعوت ہو تو اُس مقام پر گورنر کا چپڑاسی پہنچ جایا کرتا ہے۔ پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہونے کی حیثیت سے ہمارا بھی خدا پر حق ہے اور ہم بھی خدا تعالیٰ کو اُس کا یہ حق یاد دلاتے ہوئے اُس سے کہتے ہیں کہ اے خدا! جس طرح تو نے مکہ اور مدینہ اور قادیان کو برکتیں دیں اُسی طرح تو ہمارے اِس نئے مرکز کو بھی مقدس بنا اور اِسے اپنی برکتوں سے مالا مال فرما۔ یہاں پر آنے والے اور یہاں پر بسنے والے، یہاں پر مَرنے والے اور یہاں پر جینے والے سارے کے سارے خدا تعالیٰ کے عاشق اور اُس کے نام کو بلند کرنے

والے ہوں اور یہ مقام اسلام کی اشاعت کے لئے، احمدیت کی ترقی کے لئے، روحانیت کے غلبہ کے لئے، خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اُونچا کرنے کے لئے اور اسلام کو باقی تمام ادیان پر غالب کرنے کے لئے بہت اہم اور اُونچا اور صدر مقام ثابت ہو۔

پس آؤ ہم دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اِس مقام کو ہمارے لئے بابرکت کرے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم منشائے ابراہیمی، منشاء محمدی اور منشاء مسیح موعود کے مطابق اِس مقام کو خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے ایک بہت بڑا مرکز بنائیں اور خدا تعالیٰ کے فضل ہم کو اِس کی توفیق عطا فرمائیں کہ ہم نے اِس مقام کو اشاعت اسلام کے لئے مرکز قرار دے کر جو ارادے کئے ہیں وہ پورے ہو جائیں کیونکہ سچی بات یہی ہے کہ ہم نے جو ارادے کئے ہیں اُن کو پورا کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔

(اس کے بعد حضور نے اُن ہزار ہا مخلصین کے ساتھ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس مقدس اجتماع میں شریک ہونے کی توفیق بخشی تھی اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اُٹھا کر ایک لمبی دعا کی اور پھر فرمایا)

اب میں سجدہ میں گر کر دعا کرتا ہوں کیونکہ مسجد دعا کے لئے ایک خاص مقام ہوتا ہے اگر جگہ نہ ہو تو لوگ ایک دوسرے کی پیٹھوں پر بھی سجدہ کر سکتے ہیں۔

(یہ الفاظ کہتے ہی حضور سجدہ میں گر گئے اور حضور کے ساتھ ہی ہزاروں مخلصین جو اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کیلئے دُور و نزدیک سے تشریف لائے ہوئے تھے وہ بھی سربسجود ہو گئے اور ربُّ العرش سے اِس مقام کے بابرکت ہونے کے متعلق آنسوؤں کی جھڑی اور آہ و بکا کے شور کے ساتھ دعائیں کی گئیں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا، اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ آمین۔)

(الفضل جلسہ سالانہ نمبر ۱۹۶۵ء)

---

۱ ابن ماجہ کتاب الجهاد باب فضل الشهادة فی سبیل اللّٰہ + اسدالغابة جلد ۳ صفحہ ۲۳۳ مطبوعہ ریاض ۱۲۸۶ھ

۲ الصّٰفّٰت: ۱۰۳ ۳ الصّٰفّٰت: ۱۰۶ ۴ ابراھیم: ۳۸

۵ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (البقرة:۱۲۶)

۶ تا ۱۰ ابراهیم: ۳۸ ۱۱، ۱۲ ابراهیم: ۳۹

۱۳ تا ۱۶ بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللّٰہ تعالٰی واتخذاللّٰہ ابراهیم خلیلا باب یزفون

۱۷ البقرة: ۱۲۶